Digitized By Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل ربوہ
فون: ۴۴۹
(ایڈیٹر: نسیم سیفی)
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۷۴/۳۹ | منگل ۲۹ جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ، ۷ تبلیغ ۱۳۶۸ ہش ۷ / فروری ۱۹۸۹ء | نمبر ۳۳

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

"ثابت قدمی میں بڑی برکتیں ہوتی ہیں۔ شہد ہی کی مکھی کو دیکھو کہ جب وہ ثابت قدمی اور محنت کے ساتھ اپنے کام میں لگتی ہے تو شہد جیسی نفیس اور کارآمد شے تیار کر لیتی ہے۔ اسی طرح پر جو خدا کی تلاش میں استقلال سے لگتا ہے۔ وہ اس کو پا لیتا ہے نہ صرف پا لیتا ہے بلکہ میرا تو ایمان ہے کہ وہ اس کو دیکھ لیتا ہے۔ ارضی علوم کی تحصیل میں کس قدر وقت اور روپیہ صرف کرنا پڑتا ہے۔ یہ علوم روحانی علوم کی تحصیل کے قواعد کو صاف طور پر بتا رہے ہیں ہمارا مذہب جو روحانی علوم مبتدی کے لئے ہونا چاہئیں، یہ ہے کہ وہ پہلے خدا کی ہستی، پھر اس کی صفات کی واقفیت پیدا کرے۔ ایسی واقفیت جو یقین کے درجہ تک پہنچ جائے۔ تب اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفاتِ کاملہ پر اس کو اطلاع مل جاوے گی۔ مگر اس کی روح اندر سے بول اٹھے گی کہ پورے اطمینان کے ساتھ اُس نے خدا کو پا لیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایسا ایمان پیدا ہو جاوے کہ وہ یقین کے درجہ تک پہنچ جاوے اور انسان محسوس کرلے کہ اس نے گویا خدا کو دیکھ لیا ہے اور اس کی صفات سے واقفیت حاصل ہو جاوے تو گناہ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور طبیعت جو پہلے گناہ کی طرف جھکتی تھی اب اِدھر سے ہٹتی اور نفرت کرتی ہے اور یہی توبہ ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۳۷)

"انسان کے لئے دو باتیں ضروری ہیں۔ بدی سے بچے اور نیکی کی طرف دوڑے۔ اور نیکی کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک ترکِ شر دوسرا افاضۂ خیر۔ ترکِ شر سے انسان کامل نہیں بن سکتا۔ جبتک اس کے ساتھ افاضۂ خیر نہ ہو یعنی دوسروں کو نفع بھی پہنچائے اس سے پتہ لگتا ہے کہ کس قدر تبدیلی کی ہے اور یہ مدارج تب حاصل ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفات پر ایمان ہو اور ان کا علم ہو جبتک یہ بات نہ ہو انسان بدیوں سے بھی بچ نہیں سکتا۔ دوسروں کو نفع پہنچانا تو بڑی بات ہے۔ بادشاہوں کے رعب اور تعزیراتِ ہند سے بھی تو ایک حد تک ڈرتے رہیں۔ اور بہت سے لوگ ہیں جو قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ کیوں احکم الحاکمین کے قوانین کی خلاف ورزی میں دلیری پیدا ہوتی ہے۔ کیا اس کی کوئی اور وجہ ہے بجز اس کے کہ اس پر ایمان نہیں ہے؟ یہی ایک باعث ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۳۸)

"بدیوں سے بچنے کا مرحلہ تب طے ہوتا ہے جب خدا پر ایمان ہو پھر دوسرا مرحلہ یہ ہونا چاہیئے کہ ان راہوں کی تلاش کرے جو خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں نے اختیار کیں۔ وہ ایک ہی راہ ہے جس پر جس قدر راستباز اور برگزیدہ انسان دنیا میں چل کر خدا تعالیٰ کے فیض سے فیضیاب ہوئے۔ اس راہ کا پتہ یوں لگتا ہے کہ انسان معلوم کرے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے؟"

(ملفوظات جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۳۹)

اخبار احمدیہ

حضرت سیدہ اُم متین مریم صدیقہ صاحبہ رقم فرماتی ہیں:۔

میرے بھائی سید محمد احمد کے سب سے چھوٹے بیٹے عزیزم سید ہاشم اکبر احمد کا نکاح عزیزہ امۃ الشکور طیبہ بنت ڈاکٹر حمید احمد خاں کے ساتھ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۲ جنوری ۱۹۸۹ء کو ہارٹلے پول (انگلستان) میں پڑھا اور اسی دن تقریب رخصتانہ منعقد ہوئی جس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعاؤں کے ساتھ لڑکی کو رخصت کیا۔

سید ہاشم اکبر احمد حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کا پوتا ہے اور عزیزہ امۃ الشکور طیبہ مکرمی خان عبدالمجید خان صاحب مرحوم کی پوتی ہیں اور مکرمی بریگیڈیر (ریٹائرڈ) وقیع الزمان صاحب کی نواسی ہیں۔ ڈاکٹر حمید احمد خاں صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ ہمہ وقت دینِ حق کا پیغام انگریز خاندانوں تک پہنچانے میں مصروف رہتے ہیں۔ اور ان کی سعی کے نتیجہ میں ہارٹلے پول میں ایک بے حد مخلص جماعت پیدا ہو چکی ہے احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ اس رشتہ کے بابرکت ہونے اور نیک نسل چلنے کی بہت دعا کریں۔

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ مزید تحریر فرماتی ہیں۔

میری بھانجی امۃ الواسع رعنا بیگم ملک خالد احمد ظفر کئی ماہ سے شدید بیمار ہیں گزشتہ دس بارہ دن سے طبیعت زیادہ خراب ہے غذا ابھی نہیں کھا سکتیں اب غذا کی نالی ناک کے ذریعہ ڈالی ہے۔ احباب جماعت کی خدمت میں گزارش ہے کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ ابھی کی صحت والی زندگی عطا فرمائے

• خاکسار کے بھائی عزیز نعیم الرحمٰن درد ڈائریکٹر واپڈا حکومت کی طرف سے سکالرشپ پر مع اہل و عیال بیرون پاکستان عازمِ سفر ہوئے ہیں۔ احباب سے درخواستِ دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں ان کا حافظ و ناصر ہو اور جس مقصد کے لئے یہ سفر اختیار کیا ہے اس میں اپنے فضل و کرم سے کامیابی عطا فرماوے۔

رضیہ درد۔ ربوہ

وقفِ نو میں شامل بچوں کی تصاویر

ادارہ الفضل کا ارادہ ہے کہ وقفِ نو کی مبارک اور بابرکت تحریک پر جن احباب و خواتین نے لبیک کہتے ہوئے اپنے بچوں کو وقف کیا ہے۔ ان واقفِ زندگی بچوں کی تصاویر الفضل میں شائع کی جائیں۔ جملہ والدین سے درخواست ہے کہ وقفِ نو میں شامل اپنے بچوں کی پاسپورٹ سائز بلیک اینڈ وائٹ تصاویر ارسال فرمائیں۔ ہر تصویر کے پیچھے بچے کا نام ولدیت۔ مقام۔ تاریخ پیدائش ضرور لکھیں۔

(ادارہ)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر مسعود احمد، پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی ربوہ۔ قیمت ایک روپیہ ۵۰ پیسے

۷ر تبلیغ ۱۳۶۸ھش ۷ر فروری ۱۹۸۹ء

تربیت کا ایک اور زاویہ

وقفِ جدید کیا ہے۔ آپ کسی سے یہ سوال پوچھ کے دیکھ لیں۔ آپ کو بتایا جائے گا کہ دیہات اور قصبات میں اپنے افراد کے کردار کی دیکھ بھال اور دینی امور میں ان کی ہر ممکن مدد کا نام وقفِ جدید ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ چونکہ یہی کام زیادہ تر سامنے آتا ہے۔ اس لئے اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا ایک اور زاویہ بھی ہے جو اگر ان سب باتوں سے زیادہ اہم نہیں تو ان کے برابر تو ضرور ہے۔ اور وہ ایک ایسا منفرد اور مؤثر ذریعہ ہے جو عام طور پر جماعتوں میں مفقود ہوتا ہے۔ وہ زاویہ ہے بچوں کی مالی تربیت کا۔ ایک ترقی کرنے والی قوم کو اس زاویہ کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ بڑے تو قربانیاں کرتے ہی ہیں لیکن اگر ان کے بعد آنے والی نسلوں میں یہ جذبہ کم ہو جائے تو ترقی کی رفتار کم بھی ہو سکتی ہے اور ترقی بالکل رک بھی سکتی ہے۔ وقفِ جدید کی مالی ذمہ داری اب بنیادی طور پر بچوں پر ہے۔ گویا کہ انہیں زندگی کے آغاز ہی سے مالی قربانی کی عادت ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جو بچہ جماعت کی ضروریات کے لئے اپنے ہاتھ سے کوئی رقم دے اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ یہ رقم اسے اپنے والدین سے لینی پڑتی ہے تو جب یہ بچہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے جوان ہوگا تو خوشی خوشی اور پوری بشاشت کے ساتھ جماعت کی مالی ضرورتوں سے بڑھ چڑھ کر حصہ لے گا۔ دراصل بچوں سے رقم لینا ہی مقصود نہیں ہے۔ انہیں عادت ڈالنا مقصود ہے۔ اس لئے حضرت امام جماعت احمدیہ نے فرمایا کہ اگر دو بھائی ہیں اور وہ الگ الگ مقررہ رقم نہیں دے سکتے تو دونوں مل کر ادا کر دیں۔ مقصود تو عادت ڈالنا ہے نا۔ اگر دو میں سے ایک دے اور دوسرا نہ دے کیونکہ والدین دونوں کا چندہ ادا نہیں کر سکتے تو یقیناً ایک چندہ دینے کا عادی ہو جائے گا اور دوسرا اس عادت سے محروم جس کا بالآخر نقصان اس کی ذات کو — اور جماعت کو — ہوگا۔

بچوں کی اخلاقی اور دینی تربیت کی بھی بہت ضرورت ہے

:- باقی صفحہ ۸ پر :-

دھوپ چھاؤں ہو یا گھٹائیں ہوں
تیری رحمت کی سب ادائیں ہوں
جسم پر تیرا سائبان رہے
روح پر تیری ہی ردائیں ہوں

——— ابوالاقبال

راجہ مہدی علی خان

دُعا

یارب تو انہیں رفعتِ کردار عطا کر
نادانوں کو انسان کا معیار عطا کر

ان تلخ نواؤں کو بھی تو بہرِ تکلم
اِک تھوڑی سی شیرینیٔ گفتار عطا کر

دِن رات اندھیروں میں بھٹکتے ہیں بچارے
اب تو ہی انہیں چشمِ پُر انوار عطا کر

یہ کان سے بہرے ہیں، یہ کچھ سُن نہیں سکتے
جو سُن سکے وہ گوشِ خوش اطوار عطا کر

اپنی بھی تو صورت کبھی اُن کو نظر آئے
"آئینۂ ہوش" ان کو بھی اِک بار عطا کر

تہذیب سکھا ان کے سیاہ کار قلم کو
پاکیزگیٔ فکرِ گہر بار عطا کر

تحریر سے برسائیں یہ کانٹے تو انہیں تو
اندازِ گل افشانیٔ اظہار عطا کر

ہر دُنیا کی پستی سے نکال انکو خدایا
سوئے ہیں انہیں طالعِ بیدار عطا کر

ہر چہرے سے لپٹی ہے نظر انکی ہوسناک
ایسا نہ انہیں ذوقِ زیاں کار عطا کر

بوجھ اپنے گناہوں کا اٹھائیں گے یہ کیسے
جو اُٹھ نہ سکے اُن سے نہ وہ بار عطا کر

غصہ نہیں آتا مجھے رحم آتا ہے ان پر
اللہ انہیں رُوحِ خوش افکار عطا کر

اپنا ہی گلا کاٹ نہ لیں اس سے یہ ناداں
تو ان کو نہ پندار کی تلوار عطا کر

اے کاتبِ تقدیر ہر اِک نعمتِ عقبیٰ
اِک بار یہ ٹھکرائیں تو سو بار عطا کر

سب سے بڑے مانجھی تری رحمت کی دُھائی
یہ ڈوب رہے ہیں انہیں پتوار عطا کر

انسان بنایا ہے تو اَے خالقِ انساں
انسان کو انسان کا کردار عطا کر

بحوالہ (او رشکریہ) "اردو زبان" سرگودھا
مئی جون ۱۹۸۷ء

Digitized By Khilafat Library Rabwah

مطالعہ چند ضروری امور

محترم محمد شفیق قیصر صاحب

قسط اوّل

محترم محمد شفیق قیصر صاحب ایک علم دوست فاضل اور نہایت فرض شناس سلسلہ کے خادم تھے۔ جامعہ احمدیہ سے شاہد کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ کو یوگنڈا میں کچھ عرصہ سلسلہ کی خدمت کا موقعہ ملا۔ بعد ازاں آپ وکالت تبشیر کے شعبہ تصنیف سے منسلک رہے۔ خدام الاحمدیہ کے اہم اور بڑے عہدوں پر بھی فائز رہے وفات کے وقت مجلس خدام الاحمدیہ کے نائب صدر تھے۔ رسالہ تشحیذ الاذہان کے کئی سال ایڈیٹر رہے۔ ۱۹۷۹ء میں سلسلہ کے بعض امور کی سرانجام دہی کے لئے ہانگ کانگ اور برما گئے جہاں ۲۳ مارچ کو رنگون میں ایک حادثہ کے نتیجہ میں اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔

ذیل میں محترم شفیق قیصر صاحب کا ایک مفید مضمون ہدیہ قارئین ہے

کسی چیز کو براہ راست زیر غور لانے سے جو معلومات ہمیں حاصل ہوتی ہیں۔ ان کا نام مطالعہ ہے۔ اسی طرح کلاس روم میں بیٹھ کر کتابیں پڑھ کر جو علم حاصل ہوتا ہے وہ بھی مطالعہ کہلاتا ہے۔

جب ہم کہتے ہیں کہ مطالعہ کیسے کیا جائے؟ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ غور و فکر کس طرح کیا جائے اور کسی چیز کو سیکھنے اور اس کے متعلق معلومات فراہم کرنے کے لئے اپنی توجہ کو کس طرح مرکوز کیا جائے؟

سکول اور کالج میں زیادہ تر کتب اور لیکچروں کے ذریعہ علم حاصل کیا جاتا ہے اور یہ علم جو اسکول اور کالج کی زندگی میں حاصل ہوتا ہے اس کو باوجود کوشش کے سکول یا کالج کی زندگی کے علاوہ دوسری جگہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن وسعت مطالعہ کے لئے ضروری ہے کہ کتب اور لیکچروں سے حاصل شدہ معلومات اور روزمرہ کے مشاہدات سے جو علم حاصل ہوتا ہے ان دونوں کے درمیان رابطہ پیدا کیا جائے رابطہ پیدا کرنے سے مراد یہ ہے کہ روزانہ کے مشاہدات و اعمال میں اپنے کتابی علم سے حاصل شدہ مضامین کا پس منظر تلاش کیا جائے۔ ایسا مطالعہ نہایت ہی مفید اور موثر ثابت ہوتا ہے۔

کسی کام کے متعلق محض ارادہ کر لینا کہ فلاں کام اسطرح کیا جائے گا یا اپنی خواہش کا اظہار کرنا کہ فلاں کام اس طرح ہو جائے! یہ سب ایسی باتیں ہیں جن سے کوئی تجربہ حاصل نہیں ہوتا۔ یہی حال مطالعہ کا ہے اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ کتابیں پڑھ لینے سے ہی مطالعہ کا مفہوم ادا ہو جاتا ہے تو ایسا سمجھنا ہماری غلطی ہے۔ اگر ہم اپنی خواہشات اور ارادوں کو عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں تو اس کے لئے مسلسل کوشش اور جدوجہد کی ضرورت ہے محض ارادوں یا خواہشات سے ایسے کاموں کی تکمیل نہیں ہوا کرتی۔ دوسرے امور کی طرح مطالعہ میں بھی یہ ضرب المثل پوری طرح صادق آتی ہے کہ "مشق انسان کو کامل بناتی ہے"۔ پس ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ ہمارے علم کے کونسے پہلو ایسے ہیں جن پر ہم پوری طرح توجہ نہیں دے سکے اور ہمیں ان پہلوؤں کو ترقی دینا ہے۔ اس کے بعد یہ تہیہ کر لینا چاہیئے کہ ہر ممکن طریق پر عمل کر کے ہم نے اپنے علم کے ان نامکمل پہلوؤں کو مکمل کرنا ہے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ جتنا یہ موضوع اہمیت کا حامل ہے اتنی ہی اسطرف کم توجہ دی گئی ہے۔ اردو زبان میں اس موضوع پر لٹریچر نہ ہونے کے برابر ہے اس کی ایک وجہ بدقسمتی سے ہمارے ملک کے مصنفین اور ناشرین کا علم کے مفید پہلو نظر انداز کر دینا ہے۔ وہ ہر ممکن طریق سے کوشش کر کے ایسی کتب مارکیٹ میں مہیا کرتے ہیں۔ جس سے انہیں نسبتاً زیادہ مالی فائدہ ہو۔ لیکن اس کے برعکس یورپ اور امریکہ میں علم کے افادی پہلو کو اہمیت دی جاتی ہے اور ایسی کتب کی اشاعت کی جاتی ہے۔ جو تعلیمی اور علمی ترقی میں ضروری مواد مہیا کرتی ہیں۔ یہی وجہ ان کی تصانیف کو عام پسند اور کثیر الاشاعت بنا دیتی ہے۔ اس کے علاوہ وہاں کے عوام تعلیمیافتہ ہیں۔ ہمارے ملک کے عوام سے نسبتاً تعلیمی لحاظ سے بہت آگے ہیں۔ اگر ملک کی آبادی تعلیم یافتہ نہ ہو گی۔ تو کتابیں کون پڑھے گا؟ کیا صرف وہی لوگ کتابیں پڑھیں گے۔ جن کی اکثریت کا مطمح نظر محض ذہنی تعیش ہے؟ اگر ناشرین اور مصنفین کو قومی فلاح کا خیال بھی آجائے اور مارکیٹ ایسی مفید اور منفعت بخش کتب سے بھر جائے۔ تب بھی اس کا معجزانہ اثر اس وقت تک وسیع پیمانہ پر نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ ملک کی اکثریت زیور علم سے آراستہ نہ ہو جائے۔ ان ممالک کے لوگوں کا ذہنی شعور مجموعی طور پر ہمارے عوام سے بلند ہے۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ ہمارے ملک کی تعلیم یافتہ آبادی کے اعداد و شمار دیگر یورپین اور امریکی ممالک کے مقابلہ میں ایک معمولی کسر ہیں۔

اب خدا کے فضل سے تعلیمی ترقی کے آثار نمایاں ہیں مگر جب تک ملک میں تعلیم عام نہیں ہوتی اور ہر شخص تعلیم کی حقیقت سے آشنا نہیں ہو جاتا اس قسم کا ذہنی تغیر لانا مشکل ہی ہے۔ ہمارے ملک کے اقتصادی مسائل ہی ایسے ہیں کہ ہم مجبور ہیں کہ علم کو رزق کی سبیل تصور کریں اور یہ نظریہ علم کی افادیت کے شجر پر تبر کا حکم رکھتا ہے متمدن ممالک کی اقتصادی اور معاشی حالت بہت بلند ہے۔ چنانچہ وہاں کا نظریہ تحصیل علم ہمارے نظریہ سے بہت مختلف ہے۔ مثلاً ایک مصنف لکھتا ہے "جو کچھ ہم کالجوں اور سکولوں میں سیکھتے ہیں۔ وہ علم نہیں بلکہ علم حاصل کرنے کا طریقہ ہے"۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہاں علم کو کس کسوٹی پر رکھا جاتا ہے۔

جب تک ہمارے ملک کی اقتصادی سطح دوسرے متمدن ممالک کی سطح کے برابر نہیں ہوتی اس وقت تک اس غلامانہ ذہنیت کا ناپید ہونا ناممکن ہے۔ الغرض ملک کی اقتصادی معاشی حالات میں تغیر اور ناشرین و مصنفین کے نظریات میں تغیر اور ملک میں تعلیم کے عام ہونے سے کوئی وجہ نہیں کہ ہمارا ملک بھی ان ممالک سے کسی طرح پیچھے رہے۔

ہر علم کے موثر مطالعہ کے لئے ایک بنیادی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس ضرورت کے بغیر اس کی تکمیل ممکن نہیں ہوتی۔ آپ کے حالات کتنے ہی سازگار کیوں نہ ہوں۔ اور ذرائع معلومات کتنے ہی وسیع کیوں نہ ہوں اگر آپ مطالعہ سے متعلق تمام عمدہ تجاویز سے واقف ہیں لیکن ذہنی بنیادی ضرورت کو پورا نہیں کرتے۔ تو آپ اس علم میں حقیقی کامیابی حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ مطالعہ کی بنیادی ضرورت یہ ہے کہ تحصیل علم اور مطالعہ کے مقصد میں ایک خاص جوش اور عزم ہونا چاہیئے۔ آپ کے دل میں ہر علم کے متعلق معلومات فراہم کرنے کی ایک شدید خواہش اور تڑپ ہونی چاہیئے۔ سکول یا کالج کا جو کام ہے یا جو کام وہاں کرنا ہے۔ اس کے کرنے کی ایک لگن ہونی چاہیئے۔ باقی جتنے بھی اصول ہیں وہ سب اس بنیادی ضرورت کے ماتحت آتے ہیں۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس بنیادی ضرورت کا احساس کس طرح پیدا کیا جائے؟ اور آپ کس طرح اسکو اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر یہ سوچتے رہیئے کہ آپ کا سکول یا کالج آنے کا کیا مقصد ہے؟ اور آپ کس منزل کے حصول کی خاطر علم حاصل کر رہے ہیں اور اگر آپ نے اپنے اس تعلیمی دور کو دلچسپی شوق اور احسن طریق سے سرانجام دیا تو اس کے کیا مفید نتائج برآمد ہوں گے؟ اور اگر اس بارہ میں سستی اور کاہلی برتی گئی تو پھر کون سے برے نتائج پیدا ہوں گے اور وہ آپ کی زندگی پر کیا اثر چھوڑیں گے؟ پس مطالعہ کے لئے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ اس کی بنیادی ضرورت کے متعلق انتہائی سنجیدگی سے غور کیا جائے۔

"یاد رکھو جب کوئی قوم تباہ ہونے کو آتی ہے تو پہلے اس میں جہالت پیدا ہوتی ہے اور وہ دین جو انہیں سکھایا گیا تھا اسے بھول جاتے ہیں جب جہالت پیدا ہوتی ہے تو اس کے بعد یہ مصیبت اور بلا آتی ہے کہ اس قوم میں تقویٰ نہیں رہتا اور اس میں فسق و فجور اور ہر قسم کی بدکرداری شروع ہو جاتی ہے اور آخر اللہ تعالیٰ کا غضب ایسی قوم کو ہلاک کر دیتا ہے کیونکہ تقویٰ اور خدا ترسی علم سے پیدا ہوتی ہے"

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اردو علم ادب اور ایک فرمانروا مصنف

علیا حضرت نواب سلطان جہاں بیگم بالقابہا فرمانروائے بھوپال

مندرجہ ذیل علمی و ادبی مضمون برصغیر کے ممتاز عالم دین مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے جو ٹھیک پون صدی قبل کلکتہ سے ہفت روزہ "الہلال" مورخہ ۷-۱۴ جنوری ۱۹۱۴ء میں شائع ہوا۔ نواب سلطان جہاں بیگم فرمانروائے بھوپال کا فوٹو بھی اس کے ساتھ دیا گیا۔

دوست محمد شاہد

ذوق علم اور امارت و ریاست، ایک وجود میں بہت کم جمع ہوئے ہیں۔ اگر تمام دنیا کی تاریخ سے اشتال علم و کمال یکجا جمع کیے جائیں تو معلوم ہوگا کہ علم کو فقر و افلاس سے ایک خاص مناسبت رہی ہے۔ اس کا جمال مقدس ہمیشہ جسم خاک آلود، بوریائے شکستہ، اور کلیم صد پیوند کے ساتھ جلوہ آرا ہوا ہے اور تخت حکومت اور ایوان عیش و راحت کو بہت کم اس کی ہم آغوشی نصیب ہوئی ہے ؎

یہ سوز عشق شاہاں را چہ کارست؟
کہ سنگِ لعل خالی از شرارست؟

۔۔۔۔۔۔۔ تاہم مبدءٔ فیاض کی بخشش و سخا کی کوئی حد نہیں۔ بعض ایسے شاندار مستثنیات بھی اس کلیہ میں موجود ہیں جن کا وجود دربار شاہی و اجلال اور مجلس علم و کمال، دونوں کے لئے موجب افتخار رہا ہے؛

۔۔۔۔ خصوصیت کے ساتھ تاریخ اسلام اس امتیاز خاص سے سرفراز رہی ہے۔ اسلام کی علم پروری نے جو روح علمی اپنے پیرؤں میں پیدا کر دی تھی، اسکی کارفرمائیوں کو تخت حکومت کی مشغولیتیں نہ روک سکیں۔ وہ امراؤ شاہان اسلام جو صبح کو دربار شاہی میں نظم ممالک اور فتح بلدان کے احکام و اوامر نافذ کرتے تھے، ایک وقت آتا تھا کہ تخت حکومت کی جگہ فرش مجلس پر، اور نیام شمشیر کی جگہ قلمدان تصنیف و تالیف کے سامنے، اوراق کتب اور اجزاء صحائف کی جمع و تدوین میں مصروف ہو جاتے تھے!

ابو ہاشم خالد بن یزید بن معاویہ نے فن کیمیا (کیمسٹری) اور طب میں کتابیں تصنیف کیں قاضی ابن خلکان نے اس کا ترجمہ لکھا ہے اور ابن الندیم نے کتاب الحرارت اور کتاب الصحیفہ اس کی تصنیفات میں سے دیکھی تھی۔ خلیفہ المعتز عباسی ایک اول درجہ کا ادیب و مصنف تھا۔ نوح سامانی کی تصنیف کا ذکر کیا گیا ہے۔ صاحب ابن عباد کی شہرت اس قدر ہے کہ تذکرہ کی ضرورت نہیں۔ ابوالفداء کی تاریخ مشہور ہے۔ جمال الدین قفطی نے تاریخ الحکما ایوان امارت میں لکھی۔ سلطان محمد فاتح عثمانی کی ایک تصنیف قسطنطنیہ میں اب تک موجود ہے۔ بادشاہوں کی خود نوشتہ سوانح عمریاں (آٹو بائیو گریفی) فارسی علم ادب کا ایک امتیاز خاص تسلیم کیا گیا ہے تزک بابری اور جہانگیری ہمارے پاس موجود ہیں۔

تصنیف و تالیف سے قطع نظر کرکے اگر محض علم و فن کے لحاظ سے دیکھا جائے، تو تاریخ اسلام سے صدہا خلفا و امرا کے نام چھانٹے جا سکتے ہیں اور بلا خوف تغلیط دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ علم و امارت کے اجتماع کی مثالیں جس قدر تاریخ اسلام پیش کر سکتی ہے، دنیا کی کوئی متمدن قوم نہیں پیش کر سکتی۔

لیکن انقلاب کا یہ کیسا درد انگیز منظر ہے کہ جس قوم نے تلوار کے سائے اور تخت کی خود فراموشیوں میں بھی حیات علمی بسر کی ہو، آج اسکے مدارس و جوامع کے صحن اور علم و فن کی مجالس ذوق علمی سے خالی ہیں، اور ایوان و دربار سے کیا امید کیجیئے کہ خود ہمارے مدرسے اور دار العلوم ہی اب مصنف پیدا کرنے سے عاجز ہو گئے ہیں۔

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
ہو گئے خاک انتہا ہے یہ

۔۔۔۔ (فرمانروائے بھوپال)

لیکن ۔۔ کہ ایک نظیر موجودہ عالم اسلامی میں ایسی موجود ہے، جو ریاست و ملک رانی کے ساتھ شوق علم اور ذوق تصنیف و تالیف کو بھی جمع کرتی ہے، اور مزید براں یہ کہ وہ صنف رجال میں سے نہیں ہے جس کو اپنے تقدم کا ہمیشہ غرور بیجا رہا ہے، بلکہ اُس صنف اُناث میں سے ہے جسکو دماغی و ذہنی اشغال سے ہمیشہ معذور سمجھا گیا ہے، اور فی الحقیقت اگر ایسی ہی چند مثالیں ہر دور میں ملتی رہیں تو بقول متنبی کے

لفضلت النساءُ علی الرجال

فی الحقیقت یہ وجود گرامی آج نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم اسلامی کے لئے موجب صد افتخار ہے۔ حضور عالیہ کی ذاتی قابلیت و لیاقت، قوت تدبر و نظم ریاست، سیاست دانی و کار فرمائی، جوش ملی و اسلام خواہی، علم پروری و جود و سخا، اعمال خیریہ و کار ہائے حسنہ؛ ایسے اوصاف جلیلہ و عظیمہ ہیں، جن میں سے ہر ایک وصف بجائے خود کسی انسان کے شرف و امتیاز کے لیے بہترین وسیلہ ہو سکتا ہے۔ ان سب پر مستزاد یہ کہ وہ بہ حیثیت ایک مصنفہ و اہل قلم کے بھی جلوہ افروز ہیں اور مسلسل تین مفید و دلچسپ کتابیں انکی تالیفات میں سے چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔

ہر کام کی قیمت اس کے عوارض و اضافی حالات کی نسبت سے قرار دی جاتی ہے۔ اگر ایک فقیر علم، مدرسہ و خانقاہ کے حجرے میں بیٹھ کر، دنیا کے تمام تفکرات و ترددات سے قطع تعلق کرکے، تصنیف و تالیف میں مصروف ہے تو اس کے اشغال علمیہ کے نتائج جس قدر بھی اعلیٰ و اکمل ہوں، ہونے ہی چاہئیں۔۔۔۔

لیکن ایک فرمانروائے ریاست لاکھوں مخلوقات الٰہی کی نگرانی و خدمت گذاری، اور ایک پورے خطۂ ارضی کے نظم و ادارہ کے ساتھ اگر ایک صفحہ بھی تالیف کرکے پیش کر دے، تو ہزار درجہ اس سے کہیں زیادہ موجب استحسان و شرف و احترام ہے!

میں ریاست بھوپال کی خدمات دینی و قومی کا تذکرہ نہیں کروں گا، کیونکہ یہ امر اب اس درجہ واضح و آشکارا ہے کہ محتاج تفصیل نہیں۔ ہر شخص جو موجودہ قومی و دینی و علمی کاموں کے حالات سنتا رہتا ہے، اس سے بے خبر نہیں ہے کہ اس ایک ہی آفتاب جود و سخا کی روشنی کس کس گوشے کو منور نہیں کر رہی؟

رشک آیدم بہ روشنی دیدہ ہائے خلق
دانستہ ام کہ از اثر گرد راہ کیست؟

حق یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی یہ ایک بہت بڑی بخشش و توفیق ہے کہ جو فرمانروائے بھوپال کو مرحمت ہوئی ہے۔ دولت و قوت ایک امانت الٰہی ہے، جو صرف اس لیے ہے تاکہ ایک خادم و امانت دار کی طرح اسکی نگرانی کی جائے، اور اسکو بندگان الٰہی کی خدمت اور مرضات الٰہیہ کی راہ میں خرچ کیا جائے، اور جس خوش طالع کو امارت و ریاست کے ساتھ اس کے استعمال صحیح کی بھی قابلیت عطا ہو، اس سے بڑھ کر اس آسمان کے نیچے کوئی خوش بخت نہیں زاہدان شب زندہ دار جو صائم الدھر اور دائم نوافل گذار ہوں، مجاہدین فی سبیل اللہ جو اپنے نفوس کو حفظ کلمہ حق و صداقت کی راہ میں قربان کریں، علمائے شریعت اور صوفیائے طریقت، جو اپنی خدمات علم و تفقہ اور ارشاد و ہدایت سے خلق اللہ کو سعادت اندوز فرمائیں، یہ سب کے سب بھی اُن مدارج عالیہ اور فضائل الٰہیہ سے محروم ہیں، جو اس خوش نصیب کو حاصل ہوں گے۔

پس اصل یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ نے سرکار عالیہ کو خدمت ملک و ملت کی توفیق مرحمت فرمائی ہے، تو اس کے لیے قوم کو جتنا ان کا شکر گذار ہونا چاہیئے، اس سے کہیں زیادہ خود انکو اللہ کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ اور انسان کو چاہیئے کہ انسانوں کی مدح کم کرے پر خدائے قدوس کی حمد جتنا زیادہ بجا لائے۔

۔۔۔۔۔ تمام ملک انکی سچی مدح سے گونج رہا ہے، مگر میں مدح مزید کی جگہ یہ عرض کروں گا کہ وہ اور زیادہ شکر نعمت بجا لائیں اور سعی فرمائیں کہ اس سے بھی زیادہ کار ہائے خیر ان کی ذات شاہانہ سے تعمیر و رونق پائیں۔ وقت ہے کہ انکی توجہ عالی کسی عظیم الشان دینی خدمت کی طرف مبذول ہو کہ ملت بیضاء اپنی غربت اولیٰ میں مبتلا ہو گئی ہے، اور ایسے افراد عالیہ کی از بس محتاج ہے۔

بہر حال سر دست مقصود حضور عالیہ کی تصنیفات ہیں، جن میں سب سے پہلے ضخیم و مطول خود نوشتہ سوانح عمری یا تزک سلطانی ہے، اور دو تازہ مطبوعات تربیت اطفال اور حفظان صحت کے متعلق ہیں۔

اردو علم ادب اپنے صف مصنفین میں ایک ایسے وجود گرامی کی موجودگی پر جس قدر شادماں و نشاط کار ہو، کم ہے۔ سوانح عمری کے مطالعہ کا اب تک مجھے موقعہ نہیں ملا۔ سر دست آخری رسائل کے متعلق آئندہ نمبر میں کچھ عرض کروں گا۔

ولو کان النساء کمن ذکرنا
لفضلت النساء علی الرجال!

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ہماری تاریخ

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی والدہ ماجدہ کے اخلاق و شمائل

حضرت چراغ بی بی ایمہ ضلع ہوشیار پور کے ایک معزز مغل خاندان سے تعلق رکھتی تھیں. قناعت، شجاعت، عفت، مروت، وسعتِ حوصلہ، استغناء، فیاضی اور مہمان نوازی آپ کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ شہر کے مفلوک الحال اور پسماندہ طبقہ کی ضروریات کے مہیا کرنے میں انہیں خاص قلبی و روحانی مسرت حاصل ہوتی تھی۔ غرباء کے مردوں کو کفن ہمیشہ ان کے ہاں سے ملتا تھا۔ ان کی دور اندیشی اور معاملہ فہمی مشہور تھی وہ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے لئے بہترین مشیر اور غمگسار تھیں۔ اور آپ بھی اپنی ہیبت اور شوکت و جلال کے باوجود خانہ داری کے معاملات میں ان کی خلاف مرضی کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو چونکہ ابتداء ہی سے خلوت گزینی ذکرِ الٰہی، اور مطالعہ سے ہر لحظہ شغف تھا اور اپنے والد صاحب کے دینوی مشاغل اور دوسرے کاروبار میں حصہ لینے سے طبعاً متنفر تھے اس لئے گھر میں "ملاں" کہلاتے تھے۔ لیکن آپ کی والدہ محترمہ کو آپ سے بڑی محبت تھی۔ وہ آپ کی نیکی، تقوی اشعاری پاک زندگی اور سعادت مندی پر سو جان سے قربان ہوجاتیں۔ اور آپ کی ہر قسم کی ضرورتوں کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ چنانچہ ان کی زندگی میں آپ کو کبھی کچھ کہنے کی نوبت نہیں آئی۔ کیونکہ وہ ابتداء ہی سے جانتی تھیں کہ آپ اپنے گھر کے دوسرے افراد کے مقابل بالکل درویش طبع ہیں۔ اور اپنی ضروریات کا کسی سے اظہار کرنا آپ کو ہرگز پسند نہیں۔ جب تک زندہ رہیں آپ کے لئے (ظاہری لحاظ سے) سپر بنی رہیں۔ والد خفگی کا اظہار کرتے تو ماں کی مامتا فرطِ محبت سے جوش میں آجاتی۔

حضور جب والد بزرگوار کے اصرار پر سیالکوٹ آگئے۔ تو باقاعدہ آپ کے لئے کپڑے وغیرہ بنا کر بھجواتی رہیں۔ غرضیکہ ان کا وجود آپ کے لئے سایۂ رحمت تھا۔

دوسری طرف بانی سلسلہ احمدیہ کو بھی آپ سے بے پناہ محبت تھی۔ جب کبھی ان کا ذکر فرماتے آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوجاتے تھے۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کا چشم دید بیان ہے کہ حضور ایک مرتبہ سیر کی غرض سے اپنے پرانے خاندانی قبرستان کی طرف نکل گئے۔ راستہ سے ہٹ کر آپ ایک جوش کے ساتھ اپنی والدہ صاحبہ کے مزار پر آئے اور اپنے خدام سمیت ایک لمبی دعا فرمائی۔ حضور جب کبھی حضرت والدہ صاحبہ کا ذکر فرماتے تو آپ چشم پر آب ہوجاتے۔

حضرت والدہ صاحبہ نہایت خدا رسیدہ اور بزرگ خاتون تھیں۔ ان کی ایک کرامت حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ یہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ "جب بڑے مرزا صاحب (یعنی حضرت کے والد۔ ناقل) کشمیر میں ملازم تھے تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ہماری والدہ نے کہا کہ آج میرا دل کہتا ہے کہ کشمیر سے کچھ آئے گا۔ تو اسی دن کشمیر سے آدمی آگیا۔ اور بعض اوقات تو ایسا ہوا کہ اِدھر والدہ صاحبہ نے یہ کہا اور اُدھر دروازہ پر کسی نے دستک دی دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کشمیر سے آدمی آیا ہے۔"

مصیبت کے زخم کیلئے مرہم

"یاد رکھو مصیبت کے زخم کیلئے کوئی مرہم ایسا تسکین دہ اور آرام بخش نہیں ہوسکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا"

میں اس کے پڑوس پر راضی ہوگیا

ایک بزرگ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ نوشیرواں کا محل اور کسریٰ کی محراب اگرچہ بلند ہے اور دنیا کے اطراف میں مشہور ہے۔ لیکن تعجب ہے کنگرے کی بلندی اور بالا خانہ کی جالی خوب صورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ چند اینٹیں چننا اور چند دروازے کھول دینا کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ عقل کے نظارے کی جگہ وہ ہے کہ اس بوڑھی کے "تنگ گوشہ میں لوگ غور کرتے ہیں۔ جو شاہی دیوان کے کونہ میں واقع ہے۔

کہتے ہیں کہ جس وقت کسریٰ کا ایوان مکمل ہوگیا اور اس کے محل اور جھروکے نے تکمیل کا نشان پا لیا۔ تو نوشیرواں نے حکماء اور مصاحبوں کے ایک مجمع سے کہا۔ دیکھیں اس میں کوئی نقص تو نہیں کہ میں اسے ٹھیک ٹھاک کرادوں۔ انہوں نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ اور پھر یوں تعریف شروع کی:۔

"اے بادشاہ یہ عمارت ایسی ہے کہ اس کی بلندی کا ہاتھ جوزا کا کمربند کھولتا ہے۔ اور اس کا بلند کنگرہ زحل کے محل کے سر پر شرافت کا پیر دھرتا ہے۔ ایسی باوقار عمارت فلک نے بھی کہاں دیکھی ہوگی۔ اس ایوان کے ستونوں میں کوئی خلل یا اس کے اطراف میں کوئی زلل نہیں ہے ہاں (جو اس کے کنارے پر ایک چھوٹا سا گھر) ہے اور حقیر سی کوٹھڑی ہے۔ اس ویرانے کے روزن سے دھواں نکلتا ہے اور اس کی دیواروں کو کالا اور میلا بناتا ہے۔ اگر یہ صورت جاتی رہے تو رہی سہی کسر بھی پوری ہوجائے"۔

نوشیرواں نے کہا۔ "یہ گھر ایک بڑھیا کی ملکیت ہے۔ جو عمر گزار چکی ہے۔ اور اس کی زندگی کا سورج غروب کی سرحد میں داخل ہو چکا ہے۔ اس محل کی بنیادیں کھدنے لگیں تو اسکی کوٹھڑی آڑے آئی۔ میں نے ایک شخص کو اس بڑھیا کے پاس بھیجا کہ جس قیمت پر چاہے یہ کوٹھڑی فروخت کر دے۔ میں اُس کے لئے ایک اچھا سا مکان بھی بنوا دینے پر تیار تھا۔ بوڑھی عورت نے جواب بھجوایا کہ

"اے بادشاہ! میں اس گھر میں پیدا ہوئی اور اس سے مانوس ہوں۔ میں تمام دنیا کو تیری ملکیت میں دیکھ سکتی ہوں تو اس حقیر آشیانے اور مختصر سے ویرانے کو ایک بے نوا فقیر کی ملکیت میں کیوں نہیں دیکھ سکتا"

میں اس بات سے متأثر ہوا۔ اور پھر کچھ نہ کہا۔ حتیٰ کہ محل مکمل ہوگیا۔ مگر اب اس کوٹھڑی سے اٹھنے والا دھواں اس کی دیواروں کو میلا اور گدلا کرنے لگا۔ میں نے ایک دن بھنے ہوئے مرغ کا خوان سجا کر بھیجا کہ روزانہ مختلف کھانوں کا دسترخوان اس کی خدمت میں پہنچ جایا کرے گا۔ وہ خود پکا کر دھواں نہ کیا کرے۔ اس نے کہا:۔

"دنیا میں بہت سے ایسے بھوکے فاقہ زدہ رونے والی آنکھ اور جلتے ہوئے دل والے ہیں۔ اور میں مرغ کھاؤں یہ کیسے درست ہوگا۔ میں اپنے پیدا کرنے والے سے ڈرتی ہوں اور ستر سال سے حلال جو کی روٹی اور دلیا کھا کر گزارہ لیتی ہوں"۔

حرام مرغ اور بادامی کھانا کیسے کھاؤں۔ اے بادشاہ! میری یہ کوٹھڑی رہنے دے کہ یہ تیرے انصاف کی رونق ہے اُمرا جب دیکھیں گے تو انصاف کے کمال کی وجہ سے اس بات کو جائز نہیں سمجھا کہ میری تاریک کوٹھڑی مجھ سے چھینے تو وہ بھی تصرف کا ہاتھ رعایا کی املاک کی طرف نہیں بڑھائیں گے۔ دوسرے یہ کہ تیرا محل زیادہ ویران نہ رہے گا۔ لیکن میرے گھر کا قصہ عرصۂ دراز تک زمانہ کے اوراق پر نقش اور لکھا ہوا رہے گا۔

مجھے یہ بات پسند آگئی اور میں اُس کے پڑوس پر راضی ہوگیا۔ (ف۔ ذ)

(بشکریہ ہفت روزہ لاہور)

حضرت امام جماعت احمدیہ کے خطبات ہر احمدی تک پہنچنے چاہئیں۔ آپ اس سلسلہ میں کیا کر رہے ہیں

Digitized By Khilafat Library Rabwah

روشنی کے عہد کا عظیم شہنشاہ

جاپان کے شہنشاہ ہیرو ہیٹو ۶۲ برس تک جاپان جیسے عظیم ملک پر حکمرانی کرنے کے بعد ۸۸ برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔

ہیرو ہیٹو جاپان کے شہنشاہ "تائی شو" کے سب سے بڑے بیٹے تھے ان کی پیدائش ۱۹۰۱ء میں ہوئی ۱۹۲۱ء میں جب شہنشاہ تائی شو ذہنی اور جسمانی طور پر مفلوج ہو گئے اس وقت ہیرو ہیٹو ولی عہد بنائے گئے ولی عہد بننے کے ابتدائی دو سالوں میں ان کو دو حادثات کا سامنا کرنا پڑا پہلے کانتو کا مشہور زلزلہ آیا جس نے ٹوکیو کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔ پھر بعد ازاں ان پر قاتلانہ حملہ ہوا لیکن یہ محفوظ رہے ولی عہد بننے کے پانچ سال بعد ۲۵ دسمبر ۱۹۲۶ء کو شہنشاہ تائی شو کا انتقال ہوا اور ہیرو ہیٹو جاپان کے ۱۲۴ ویں شہنشاہ بن گئے۔

شہنشاہ ہیرو ہیٹو کی شخصیت قدیم شہنشاہوں سے بہت مختلف تھی۔ وہ قدیم روایات اور رسم و رواج کے واضح طور پر مخالف تھے۔ ان کی اس روایت شکنی کا اثر صرف شہنشاہیت تک محدود نہیں تھا بلکہ انہوں نے گھریلو زندگی میں بھی بعض قدیم رسم و رواج اور روایات کو ختم کیا۔ انہوں نے اپنے بیٹے "اکی ہیٹو" کو خاندان سے باہر ایک عام لڑکی سے شادی کی اجازت دی اور خود جب ان کے ہاں چار بیٹیاں ہوئیں اور بیٹا پیدا نہ ہوا تو ان پر دوسری شادی کا دباؤ پڑنے لگا۔ تب انہوں نے دوسری شادی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور یوں وہ قدیم شہنشاہوں سے مختلف انداز میں روایت شکن جاپانی شہنشاہ کے طور پر دنیا کے سامنے آئے۔

شاہ ہیرو ہیٹو کے بارے میں کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ انہیں بحری حیاتیات (میرین بیالوجی) سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ ہیرو ہیٹو نے جوانی کی عمر میں اپنے ایک استاد سے سنا تھا کہ اگر سکون کی تلاش ہے تو سمندر کو دیکھتے رہو۔ اس کے بعد سے ہیرو ہیٹو سمندر میں پائے جانے والے جانوروں اور مچھلیوں پر تحقیق میں ہمیشہ مگن رہے مچھلی کی ایک قسم "جیلی فش" پر ہیرو ہیٹو کو بین الاقوامی سطح پر سند تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر ان کی کئی کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔

غیر ممالک کی سیر شہنشاہ ہیرو ہیٹو کا دوسرا شوق تھا۔ بادشاہت کی ذمہ داریوں نے انہیں زیادہ مواقع تو نہیں دیئے لیکن ۱۹۲۱ء میں وہ جاپان سے باہر قدم رکھنے والے شاہی خاندان کے سب سے پہلے فرد تھے۔ اس وقت یورپ میں انہوں نے چھ ماہ گزارے۔ اور پھر بعد میں ۱۹۷۵ء میں دو ہفتوں کے لئے امریکہ بھی گئے۔

ہیرو ہیٹو کے پانچ بیٹیاں اور ۲ بیٹے ہیں۔

اکی ہیٹو ان کی وفات کے بعد جاپان کے ۱۲۵ ویں شہنشاہ ہوں گے۔ شہنشاہ کی موت کا سوگ پورے جاپان میں چھ روز تک منایا گیا۔ ان کی آخری رسومات ۲۴ فروری کو ٹوکیو کے مضافات میں ادا کی جائیں گی۔ لیکن شاہی خاندان کی اپنی ماتمی تقریبات کا سلسلہ ایک سال تک جاری رہے گا۔ اور انکے اختتام پر ۱۹۹۰ء میں شہنشاہ اکی ہیٹو کی تخت نشینی کی رسمی تقریب منعقد ہو گی۔

"شووا"

ہیرو ہیٹو کا زریں عہد

ہیرو ہیٹو کے دادا "میجی" نے پہلی بار جاپان کے مختلف علاقوں میں گھوم پھر کر فوجی قوتوں کو جمع کیا اور اپنا دارالحکومت ٹوکیو کو بنایا۔ ان کے بیٹے "تائی شو" جب حکمران ہوئے تو ان کے عہد کو "شووا" یعنی روشنی کا عہد قرار دیا گیا۔ ہیرو ہیٹو کا عہد بھی اسی عہد کا تسلسل تھا جب ہیرو ہیٹو کو شہنشاہ بنایا گیا یہ وہ وقت تھا جب ۱۸۸۹ء کے آئین کی رو سے جاپان کے بادشاہ کو سورج دیوتا کا براہ راست جانشین خیال کیا جاتا تھا اور اسے ایک مقدس وجود تصور کیا جاتا تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ جاپانی عقیدے کے مطابق اس خیال نے ہی جاپانی قوم کی بنیاد ڈالی تھی۔ بادشاہ کی حیثیت ایک غیر معمولی انسان کی سی تھی۔ بچوں کو آغاز ہی سے یہ بات بتائی جاتی تھی کہ شہنشاہ کا چہرہ دیکھتے ہی انسان اندھا ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ شہنشاہ کا نام تک نہ لیا جاتا تھا۔ غرض شہنشاہ کی ذات سورج دیوتا کی اولاد ہونے کے ناطے جاپانیوں کے سیاسی، مذہبی معاشرتی و علمی روایات کا سرچشمہ تھی۔

شہنشاہ ہیرو ہیٹو کا دور ۶۲ سال پر محیط ہے اس دور میں جاپان نے بہت سے نشیب و فراز دیکھے۔ اس دور میں جاپان نے چین اور امریکہ کے خلاف جنگیں بھی لڑیں لیکن شہنشاہ ہمیشہ پس منظر میں ہوتا تھا۔ دوسری جنگ عظیم میں جب ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے گئے تو بعض قومی جرنیل جنگ جاری رکھنے پر تلے ہوئے تھے۔ اس وقت ہیرو ہیٹو نے ایک عظیم فیصلہ کیا کہ وہ اپنے عوام کے سامنے آئیں۔ چنانچہ انہوں نے پہلی بار ریڈیو پہ تقریر کی اور جاپانی عوام نے پانچ ہزار سال میں پہلی مرتبہ اپنے شہنشاہ کی آواز سنی۔ انہوں نے کہا ہم جانتے ہیں کہ جاپانی عوام اپنی قوم اور شہنشاہ کیلئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن ہم قومی تحفظ کو اپنے ذاتی تحفظ سے مقدم سمجھتے ہیں ہم اپنی رعایا کو بچانا چاہتے ہیں" یہی وہ اعلان تھا جس نے نہ صرف شہنشاہیت کو بدل ڈالا بلکہ اس کے اثرات پورے جاپان پر بھی پڑے۔ اسکے بعد شہنشاہیت تو برقرار رہی لیکن خود ہیرو ہیٹو نے ۱۹۴۶ء میں یہ اعلان کر دیا کہ شہنشاہ کے مقدس ہونے کا تصور غلط ہے اور یہ خیال بھی غلط ہے کہ جاپانی عوام دوسری نسلوں سے کسی طور پر برتر ہیں۔ جنگ عظیم دوم میں شکست کے بعد جاپانیوں نے امریکہ کی تمام شرائط کو قبول کیا۔ لیکن شاہ ہیرو ہیٹو نے اپنی ایک شرط بھی منوالی کہ جاپانی یونیورسٹیوں اور دوسرے تعلیمی اداروں میں زبان جاپانی ہی رہے گی۔ چنانچہ جاپان نے اپنے دفاع سے بے نیاز ہو کر تمام وسائل تعلیم سائنسی تحقیقات، صنعت و تجارت کی ترقی کے لئے مختص کر دیئے۔ اپنی زبان میں تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے جاپانیوں کو تمام شعبوں میں ترقی کرنے کے مواقع ملے۔ جاپانی عوام نے بھرپور طریقے سے ملک کی ترقی و خوشحالی کے لئے کام کیا۔ اتنی عظیم شکست کے بعد اتنی بھرپور ترقی بلاشبہ جاپانی قوم کی عظمت کی دلیل ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جاپانی عوام نے تھوڑے ہی عرصہ میں تباہ شدہ معاشی ڈھانچے کو مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر کھڑا کر دیا۔ اور فی الحقیقت راکھ کے ڈھیر سے ایک نیا جاپان تعمیر کر کے دکھایا۔ آج جاپان کا شمار دنیا کے سات انتہائی ترقی یافتہ بڑے ممالک میں ہوتا ہے اور اس کا سہرا شہنشاہ ہیرو ہیٹو کے سر ہی بندھتا ہے۔

اپنی سادگی اور ٹھنڈے مزاج کی بدولت ہیرو ہیٹو نے جاپانی عوام کو وہ سب کچھ دیا جس کی انہیں ضرورت تھی وہ مملکت کی علامت تھے، عوامی اتحاد کا نشان تھے۔ جنگ عظیم کے نقصانات کو برداشت کر کے انہوں نے ایک نئی جہت میں پیش رفت کر کے اپنے ملک کو حیرت انگیز ترقی کی راہ پر ڈال دیا۔ قدم قدم پر اس کی ترقی کی حوصلہ افزائی کی۔ اور ان تمام رسوم و رواج کو توڑ ڈالا جو ترقی کی راہ میں حائل تھیں وہ باسٹھ برس تک ان کے محافظ رہے۔

ٹیکنالوجی کے میدان میں ساری دنیا کو شکست دینے والے جاپان میں لوگوں کو اپنے شہنشاہوں سے بے پناہ محبت تھی۔ ان کے انتقال کے بعد جاپان غم سے نڈھال ہے پورے ملک میں سوگ ہے۔ جاپانیوں کے نزدیک ان کا نظام حکومت دنیا بھر میں منفرد تھا۔ کیونکہ ان کے ہاں ایک دیوتا کی قوت اور صلاحیت رکھنے والا ایک مقدس وجود ہیرو ہیٹو موجود تھا۔

اس وقت دنیا کے کئی ممالک میں بادشاہتیں موجود ہیں۔ لیکن جاپان کی شہنشاہیت کو مکمل دستوری شہنشاہیت کہا جا سکتا ہے۔ یعنی جاپانی بادشاہ حکمران ہوتا ہے لیکن حکومت نہیں کرتا۔ بلکہ علامتی شہنشاہ کے طور پر کام کرتا ہے اسے آئینی سربراہ اور قومی اتحاد کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ ق۔ د

بچپن سے برکات کے سامان

اگر سارے کے سارے اطفال و ناصرات اس طرف توجہ کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ سارا بوجھ تقریباً ہمارے اطفال اور ناصرات اٹھا سکتے ہیں یا مجھے یوں کہنا چاہیئے کہ جماعت کے وہ بچے جن کی عمر ابھی پندرہ سال کی نہیں ہوئی ایک منٹ کی عمر سے لے کر پندرہ سال کی عمر تک جتنے بچے اللہ تعالیٰ نے جماعت کو دیئے ہیں اگر ان کی طرف سے یا وہ خود اگر وہ کچھ شعور رکھتے ہیں وقف جدید کے لئے کم از کم چھ روپے سالانہ دیں جو کوئی ایسی بڑی رقم نہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے بچپن سے ہی برکات کے سامان پیدا کرنے شروع کر دیگا۔"

(الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۶۷ء)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

شخصیات

حافظ الاسد

شام کے صدر

شام کا ملک نہ صرف اپنے ماضی کی وجہ سے خاصا مشہور ہے بلکہ آج کل کے حالات میں بھی وہ اہمیت کا حامل ہے۔ مصر کے ساتھ اسکی فیڈریشن بنی اور ٹوٹی لبنان کو جس حد تک اس کی مدد کی ضرورت ہے وہ بھی خاصی نمایاں ہے۔ پرانے زمانوں میں اسکی اہمیت کے عوامل کچھ ہی ہوں اس وقت تو اس کے صدر حافظ الاسد کی شخصیت کا اس پر نمایاں اثر ہے۔

حافظ الاسد ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اور ۴۰ سال کی عمر میں شام کے صدر بنے وہ علوی ہیں۔ اور ان کا فرقہ شام میں آبادی کا ۱۰ سے ۱۲ فی صد حصہ ہے۔

جیسا کہ ہمارے قارئین جانتے ہیں علوی شیعوں کی ایک شاخ ہے اور وہاں کے سنی جو اکثریت میں ہیں اس فرقے پر کفر کی مہر لگاتے ہیں۔ ایک لمبے عرصے تک اس فرقے کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی خاص طور پر عثمانی سلطنت کے ایام میں جب دو جنگوں کے درمیان یہ علاقہ فرانس کی تحویل میں آیا تب اسکی حالت بدلنی شروع ہوئی۔

اسد کے باپ نے جو ایک معمولی کسان تھے اپنی کوشش سے اپنی حالت کو بدلا اور کسی حد تک معروف لوگوں میں شامل ہو گئے ان کے پانچ بچے تھے جن میں سے پانچویں حافظ الاسد ہیں۔ اور یہی بچہ ان سب بچوں میں سے سکول میں داخل ہوا۔ سکول سے فراغت کے بعد یہ فوج کی اکیڈیمی میں چلے گئے اور ۱۹۵۵ء میں بطور پائلٹ آفیسر گریجوایشن کی ابھی ان کی عمر ۱۶ سال کی ہی تھی۔ کہ انہوں نے بعث پارٹی جو ان دنوں کے قریب ہی معرض وجود میں آئی تھی۔ میں شمولیت اختیار کرلی۔ اس پارٹی کا اصل مقصد یہ تھا کہ تمام عربوں کو متحد کیا جائے۔ جب حافظ الاسد افسر کے عہدے پر متعین ہو گئے تو پھر بھی انہوں نے پارٹی کا ساتھ نہیں چھوڑا اور اس میں کوئی بات تعجب انگیز بھی نہیں کیونکہ پچاس کے دہاکے میں کئی دفعہ فوجیوں نے حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی جب ۱۹۵۸ء میں مصر اور شام کا اتحاد قائم ہوا تو کیپٹن اسد کی تعیناتی قاہرہ میں ہوئی وہاں انہوں نے چار دیگر افسروں کے ساتھ ملکر ایک فوجی کمیٹی بنائی جس کا اصل مقصد بعث پارٹی کی نشاۃ ثانیہ تھا ان دنوں صدر ناصر نے بعث پارٹی کو خاصی حد تک کمزور کر دیا ہوا تھا۔ اسد اور انکے ساتھیوں کو مصر اور شام کے اتحاد سے بہت مایوسی ہوئی اور انہوں نے اپنی ساری کوششوں کا رخ اس طرف پھیر دیا کہ شام کے سُنّیوں کو حکومت سے الگ کیا جائے۔

۱۹۶۱ء میں شام میں ایک انقلاب برپا ہوا جس کے نتیجے میں شام اور مصر کا اتحاد ختم ہو گیا۔ نئے حاکم کو بعث پارٹی کو اور صدر ناصر کے حامیوں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے اس لئے اسد کو بھی ایر فورس کی ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔

مارچ ۱۹۶۳ء میں ایک سازش کے ذریعے ان لوگوں کو جو ۱۹۶۱ء میں اقتدار میں آئے تھے۔ اقتدار سے الگ کر دیا گیا۔ اور حافظ الاسد نے دمشق کے مشرق میں جو فوجی ہوائی اڈہ تھا اس پر قبضہ کر لیا۔

اس کے چند ہی ماہ بعد فوجیوں کی آپس میں چپقلش شروع ہو گئی جس کی وجہ سے وہ تمام لوگ جو صدر ناصر کی حمایت کرتے تھے منظر سے ہٹا دئے گئے۔ بہت سے لوگ مارے گئے اور ایک خاص تعداد میں لوگوں کو قیدی بنا لیا گیا۔

اسد نے اس موقعہ پر قیدیوں اور ان لوگوں کے جنہیں ہلاک کر دیا گیا تھا۔ خاندانوں سے ہمدردی کی اور ان سے پوچھا کہ کیا وہ اپنے بیٹوں کو کچھ بھیجنا چاہتے ہیں۔

یہ لوگ جو اب برسر اقتدار آئے تھے ان کا بھی آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ اور ۱۹۶۶ء فروری میں ایک مسلح مقابلے میں قریباً پچاس آدمی ہلاک ہو گئے۔ اسد ان لوگوں کے ساتھ تھے جن کو اس مقابلے میں کامیابی حاصل ہوئی چنانچہ اس کے نتیجے میں وہ وزیر دفاع بنا دیئے گئے۔

اگرچہ بعث پارٹی جمہوریت پر یقین رکھتی ہے لیکن جس وقت اس پارٹی نے محسوس کیا کہ جو لوگ مشکلات کا باعث بن رہے ہیں۔ انکو پارٹی سے خارج کر دیا جاتا ہے۔

ایک اور علوی جنکا نام جدید تھا شام کے حاکم بن گئے۔ ۱۹۷۰ء میں حافظ الاسد نے ان کا تختہ الٹا اور خود شام کے صدر بن گئے۔

احباب جماعت کو یاد ہو گا کہ شام میں ہماری جماعت کا قیام حضرت مولانا جلال الدین شمس کے ذریعہ ہوا تھا۔ اور اولین احمدیوں میں محترم منیر الحصنی نے ایک لمبے عرصہ تک نہایت وفاداری اور تقویٰ شعاری سے وہاں جماعت کی رہنمائی کی۔ محترم منیر الحصنی صاحب گذشتہ ایام میں وفات پا گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ وہاں کی جماعت کو ایسے فدائی ہمیشہ عطا کرتا رہے۔

موازنۂ مذاہب

ایک خبر

مکرم عطاء المجیب صاحب راشد مربی انچارج انگلستان نے "سن" اخبار کا ایک تراشہ بھیجا ہے۔ جس پر ایک طرف حضرت عیسیٰؑ کی اس تصویر کا عکس ہے۔ جو ٹورین شراؤڈ پر نظر آتی ہے اور دوسری طرف آٹھ دس انچ لمبی ایک تصویر ہے جو ایک لکڑی کے تختے پر ظاہر ہوئی ہے۔ جن بڑھیوں کے پاس یہ تختہ ہے وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اس تختے کے ذریعے ایک معجزہ پا لیا ہے۔

جس لکڑی کے تختے پر یہ تصویر نمودار ہوئی ہے اس کو ہاتھ میں لینے کے بعد بڑھئی کہتے ہیں کہ انہوں نے روشنی کا ایک نظارہ دیکھا اور بعد میں لکڑی کی طرف نظر کی تو اس پر یہ شبیہ نظر آئی۔ یہ اسی دن کا واقعہ ہے جس دن سائنس دانوں نے اپنے اس فیصلے کا اعلان کیا کہ ٹیورن شراؤڈ جعلی ہے۔ یہ لکڑی کا تختہ جس پر (کہتے ہیں کہ) تصویر نمایاں ہوئی ہے۔ بلجیم سے منگوایا گیا تھا۔ اور اب اسکا نام "بیک اپ پلاننگ"، رکھا گیا ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ "بیک اپ" نامی شہر میں جو لنکا شائر میں واقعہ ہے۔ ظہور پذیر ہوا ہے۔ اس پر کام کرنے والے ایک کارندے جان برینیلین نے کہا میں اس تختے کو ایک مشین پر رکھ کر کاٹنے ہی والا تھا کہ اچانک روشنی ظاہر ہوئی اور اس تختہ پر یہ تصویر بن گئی۔ مجھے فوری طور پر اس بات کا احساس ہوا کہ یہ یقیناً کوئی خاص واقعہ ہے۔ اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ اس چھوٹے سے علاقے میں کسی معجزے کا ظاہر ہونا ناممکن سی بات ہے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ ایسا ہی ہوا ہو۔

ایک اور کارندہ جس کا نام "نیل نٹل" ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس قسم کی صاف ظاہر ہونے والی بات بہت کم سامنے آتی ہے۔ اس لکڑی کے تختے کی قیمت سوا پاؤنڈ (تقریباً چالیس روپے) کے برابر ہے لیکن اب اسے محفوظ رکھنے کے لئے تالا لگا کر کسی جگہ پر بند کر دیا گیا ہے۔ جان ملر ایک اور کارندہ جس کی عمر ۴۲ سال ہے اور جو ورکس مینیجر ہے انہوں نے کہا کہ ہم تقریباً بارہ سو تختے ہر مہینے استعمال میں لاتے ہیں لیکن یہ تختہ تو اب بیش بہا قیمتی چیز بن گیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس تختے کو چرچ کی تنظیم کے سپرد کر دیا جائے۔ لیکن یہ صرف اُسی صورت میں کیا جا سکتا ہے کہ اس بات کی ضمانت دی جائے کہ اس تختے کو یہیں رکھا جائے گا۔ پادری ٹونی پارٹس کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ کہنے لگے یہ نہایت حیرت انگیز واقعہ ہے اور انہوں نے پہلے کبھی ایسا واقعہ رونما ہوتے نہیں دیکھا "میں یہ نہیں کہہ سکتا"، پادری صاحب کا کہنا ہے "کہ یہ کوئی معنی خیز بات ہے یا نہیں۔

لیکن یہ ضرور ہے کہ یہ ہے تعجب انگیز" اس تراشے میں جس قسم کے معجزے کا ذکر کیا گیا ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی اصل حقیقت کیا ہے لیکن ایسی باتیں مختلف مذاہب کے ماننے والے بسا اوقات اپنے اعتقاد اور یقین کو مزید مضبوط کرنے کے لئے پیش کرتے رہتے ہیں۔

کیا ہمیں معلوم ہے کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے بعض باتوں کے متعلق فرمایا کہ جو یہ کرے گا میری جماعت میں شمار نہیں ہو گا۔ کیا ہم جانتے ہیں کہ وہ کیا باتیں ہیں۔

لاہور کے احباب کیلئے
ضروری اطلاع

لاہور کے جو احباب الفضل کا روزانہ کا پرچہ یا خطبہ نمبر جاری کروانا چاہتے ہوں یا اشتہارات الفضل میں دینے کے خواہشمند ہوں وہ ہمارے نمائندے مکرم عبد المالک صاحب سے دار الذکر میں رابطہ قائم فرمائیں۔

(مینجر الفضل)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

تعلیمی میدان میں اعلیٰ پوزیشنیں حاصل کرنیوالے احباب متوجہ ہوں

دنیا بھر کے وہ تمام احمدی جنہوں نے تعلیمی میدان میں کسی بھی وقت بورڈ یا یونیورسٹی سے اول، دوم یا سوئم پوزیشن حاصل کی ہو صد سالہ احمدیہ جوبلی کے موقع پر نمائش کے سلسلہ میں اپنے مختصر حالاتِ زندگی اور پوزیشن حاصل کرنے کی تفصیل اور کارڈ سائز کی تین عدد تصاویر درکار ہیں۔ مستورات اپنے کوائف اور تصاویر مندرجہ ذیل ایڈریس پر بھجوائیں اور صرف کوائف کی نقل نظارت تعلیم کو بھی ارسال کریں۔

محترمہ فوزیہ احمد صاحبہ سی - ۱۸۰ - ماڈل ٹاؤن لاہور پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۷۰۰

مرد اپنے کوائف اور تصاویر نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ پوسٹ کوڈ نمبر ۳۵۴۶۰ ارسال کریں۔ براہ کرم اپنے کوائف اور تصاویر جلد از جلد رجسٹرڈ بھجوائیں۔

(ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ)

بقیہ اداریہ

وہ سچ بولیں۔ امانت دار ہوں۔ دیانت دار ہوں۔ خیانت کی طرف مائل نہ ہوں۔ ایک دوسرے سے مل جل کر رہنا سیکھیں۔ بڑوں کا ادب کریں چھوٹوں سے پیار کریں۔ دینی لوازمات سے آگاہ بھی ہوں اور ان پر عمل پیرا بھی۔ لیکن ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے اگر ان کی مالی تربیت نہ کی جائے تو یقیناً جماعت کی بڑھتی ضروریات کو پورا کرنے میں انہیں کوئی حصہ نہیں ملے گا اور وہ اس سعادت سے محروم رہ جائیں گے۔ وقف جدید بڑوں کی تربیت کا گہوارہ تو ہے ہی لیکن یقین جانئے کہ یہی تحریک آج کے بچوں کو کل کے مالی قربانی کرنے والے افراد بنانے والی تحریک ہے۔

روحانی نہر

• الفضل دوسرے عام اخباروں کی طرح محض ایک روزانہ پرچہ نہیں بلکہ ایک روحانی نہر ہے۔ جس سے احمدیت کی کھیتی سیراب ہو رہی ہے۔ اور لوگ اس سے تسکین پا رہے ہیں۔

• آپ بھی اس سے اپنے ایمان کی کھیتی کو سیراب کرنے کا سامان کیجئے۔

(مینیجر الفضل)

لیڈی ڈاکٹر کی سہولت

اب بفضلہ تعالیٰ کیور ریٹو کلینک ربوہ میں مستند لیڈی ڈاکٹر (D.H.M.S) کی سہولت بھی موجود ہے۔ اب کیور ریٹو سسٹم کے چار ماہر ہومیوپیتھ ڈاکٹر اس ادارہ میں کام کر رہے ہیں۔

• اوقات کار: صبح ۹ بجے تا ۱ بجے، شام ۳ تا ۶ بجے

ہومیوپیتھک ڈاکٹر راجہ نذیر احمد ظفر

چیف میڈیکل آفیسر کیور ریٹو کلینک - ربوہ

فون کلینک: ۶۰۶ آفس: ۷۷۱ رہائش: ۶۰۷

خبریں

★ چیف آف آرمی سٹاف جنرل مرزا اسلم بیگ نے بتایا ہے کہ پاکستان نے زمین سے زمین تک مار کرنے والے میزائل کی تیاری کے بعد اس کا کامیابی سے تجربہ کر لیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ دو سال کے عرصے میں پاکستان پہلی بار ٹینک بنانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ جن میزائلوں کا تجربہ کیا گیا ہے یہ ۳۰۰ میل تک مار کر سکتے ہیں۔ ان میزائلوں کا تمام تر نظام پاکستان میں ہی تیار کیا گیا ہے۔

★ روسی وزیر خارجہ مسٹر ایڈورڈ شیوارناڈزے نے صدر غلام اسحٰق خان، وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو اور وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب خان سے مذاکرات کئے ان کے دورے کے اختتام پر جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا ہے اس میں دونوں ملکوں نے افغانستان میں ایک کثیر الجہتی مخلوط حکومت کے قیام پر اتفاق رائے ظاہر کیا ہے۔ اس کے علاوہ افغان مہاجرین کی پُرامن واپسی اور جنیوا معاہدے پر پوری طرح عمل کرنے کا عہد کیا گیا ہے۔

★ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ نواب محمد اکبر خان بگٹی نے بلوچستان اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کر لیا ہے۔ انہوں نے ایوان میں موجود ۳۸ میں سے ۳۲ اراکین کے اعتماد کا ووٹ حاصل کر لیا۔

★ کراچی کے علاقے ناظم آباد میں نامعلوم موٹر سائیکل سواروں کی اندھا دھند فائرنگ سے ۲۔ افراد ہلاک اور دو زخمی ہو گئے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے پوری سرگرمی سے مجرموں کی تلاش شروع کر دی ہے۔

★ افغانستان کے دارالحکومت کابل میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا ہے۔ ملک کا انتظام فوج نے سنبھال لیا ہے اور حکومت کی طرف سے کابل میں پارٹی کی تمام تنظیموں کو ہتھیار فراہم کر دیئے گئے۔

★ سری لنکا کی سابق وزیر اعظم مسز بندرا نائیکے کو انتخابی جلسے کے دوران قتل کرنے کی کوشش کی گئی مگر وہ بال بال بچ گئیں۔

★ کوئٹہ میں ایک بس میں دھماکہ کے نتیجے میں تین افراد ہلاک اور ۹ زخمی ہو گئے۔

★ افغان مجاہدین نے نجیب انتظامیہ کے ۱۹۔ حامیوں کو اپنی شوریٰ میں شامل کر لیا ہے۔

★ وزیر داخلہ مسٹر اعتزاز احسن نے کہا ہے کہ ملک سے باہر جانے کے سلسلے میں جن افراد پر پابندی تھی ان کی تعداد کم کر کے اب صرف ۴۲ کر دی گئی ہے واضح رہے کہ پہلے اس فہرست میں سینکڑوں نام شامل تھے۔

★ روس کے ایک مورخ نے کہا ہے کہ سٹالن کے دور میں روس میں قریباً ڈیڑھ کروڑ افراد کو بیگاروں اور موت کی سزاؤں کی صورت میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

★ روس کی جمہوریہ ازبکستان کے دارالحکومت تاشقند میں مسلمانوں نے اپنے مذہبی حقوق میں مداخلت کے خلاف مظاہرہ کیا ہے۔ ریڈیو ماسکو نے پہلی بار اس مظاہرے کی خبر دی ہے مظاہرین نے جس قدر نعرے لگائے وہ سب مذہبی تھے۔

★ سندھ میں کوٹڑی کے علاقے میں ٹنڈو الہیار کے قریب گوٹھ داہو ہالی پوٹا کے مقام پر قدرتی گیس کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔

★ پاکستان اوپن گولف چیمپئن شپ مارچ میں لاہور میں ہو گی جس میں ۲۶ ممالک کے ۱۲۵ کھلاڑی شرکت کریں گے۔ یہ چیمپئن شپ پہلی بار پاکستان میں ہو رہی ہے۔

• آسٹریلیا کے وزیر اعظم مسٹر باب ہاک جب پاکستان کے دورے پر جب اسلام آباد پہنچے تو ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔ وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے ان کا استقبال کیا۔ ان کو انیس توپوں کی سلامی دی گئی اور گارڈ آف آنر پیش کیا گیا۔

• روس کے وزیر خارجہ مسٹر ایڈورڈ شیوارناڈزے نے وطن واپسی سے قبل ایک پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ ان کے دورے کے نتیجے میں افغانستان کے مسئلے پر پاکستان سے ہم آہنگی میں اضافہ ہوا ہے لیکن ابھی اختلافات باقی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر افغانستان میں غیر معمولی حالات پیدا ہوئے یا بیرونی مداخلت ہوئی تو روس افغانستان کے ساتھ موجود معاہدے کی رو سے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کا پابند ہے۔ لیکن یہ ایسی بات ہے جس کے بارے میں ہم سوچنا بھی نہیں چاہتے۔

ربوہ کا کوڈ نمبر

(۳۵۴۶۰)